(76)

تازہ بشارتیں

اَب یقیں سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دِن

(فرمودہ ۵ ؍ مارچ ۱۹۲۰ء)

◉

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔

دُنیا میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت روک لی جاتی ہے۔ پھر وہ لوگ جو غرور سے زمین پر قدم نہ رکھتے تھے۔ ان کی حالت ایسی گرتی ہے کہ دشمن کو بھی ان پر رحم آتا ہے۔ اس وقت خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ وہ قوم جس کو مایوسی کھا رہی تھی۔ اس کی مایوسی خوشی سے بدلتی ہے۔ ان کے چہرے چمکنے لگتے ہیں۔ وہ قوم جس کا سر نہیں اُٹھ سکتا تھا۔ وہ قوم جس کی پُشت خمیدہ ہو گئی تھی۔ وہ قوم جس کے چہروں کا رنگ زرد تھا۔ پھر وہ قوم جس کو پرائے تو پرائے اپنے بھی ذلیل سمجھتے تھے۔ ایک دُھلے ہوئے شاداب سبزے کی طرح ہو جاتی ہے۔ اس کی وہ پست ہمتی اور کمزوری جاتی رہتی ہے۔ ان کی نظر وسیع اور ارادے بلند ہو جاتے ہیں۔ اس سال جس میں بارش بند۔ تمام علاقہ کی حالت بہت خراب ہوتی ہے اور سُورج پر غبار سا پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ مگر جب بارش ہو جاتے۔ سورج کا چہرہ بھی صاف چمکتا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ اور ایک ہی رات میں تمام جانداروں میں ایک نئی جان پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح قوموں میں تغیر حالات ہوا کرتا ہے۔ جب خدا کا فضل مردہ قوموں پر ہوتا ہے تو ایک منٹ میں ان کی مایوسی کی حالت بدل جاتی ہے۔ جیسا کہ بیمار۔ خواہ کیسا ہی شدید درد میں مبتلا رہا ہو لیکن جب اس کو صحت ہو جاتی ہے تو وہ خود بھی نہیں سوچ سکتا کہ کیسا درد تھا اور کتنا تھا۔ بلکہ جب صحت ہو جاتی ہے تو وہ حیران ہوتا ہے۔ کہ مَیں یونہی اس وقت گھبرا گیا تھا۔ یہ ایک سبق ہے۔ ان قوموں کے لیے جن کی حالت گری ہوئی ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں خدا نے دکھا دیا ہے۔ کہ اگر کوئی قوم دُنیا میں مُردہ ہے تو مسلمانوں کی ہے۔ اس

کے لیے خدا کے فضلوں کی بارش کی احتیاج ہے اور دشمن جس کے مٹانے کے لیے متحد ہیں۔ وہ قوم یہی ہے۔ مسلمانوں کی حالت ہر لحاظ سے دُنیا میں گری ہوئی ہے۔ علم کے لحاظ سے دُنیا سے یہ پیچھے۔ رتبہ وشان کے لحاظ سے یہ گرے ہوتے۔ یہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ جن کی حکومتیں سینکڑوں سال سے گئی ہوئی ہیں۔ اگرچہ انکی برائے نام ابھی تک حکومتیں باقی ہیں۔ مگر ان قوموں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے جن کے پاس کوئی حکومت نہیں۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ دوسری اقوام جو گری ہیں۔ وہ بہ حیثیت قوم کے گری ہیں۔ اور مسلمان بہ حیثیت افراد کے گر گئے ہیں۔ اور جو قومیں بہ حیثیت قوم کے گرتی ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ان کا زوال کسی خاص وجہ سے ہو۔ اگر وہ گر بھی جائیں۔ تو سنبھل سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کے افراد کی حالت اچھی ہوتی ہے۔ اور وہ یقین کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم آج گر گئے ہیں۔ تو کل اُٹھیں گے۔ کیونکہ ہم میں قابلیت ہے اور ہم میں جوش ہے۔ اور ہم علم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ایک شہسوار گھوڑے پر سے گر پڑتا ہے۔ اس کا گرنا اتفاقی ہے۔ کیونکہ وہ گھوڑے پر سوار ہوگا اور اس گرنے کی تلافی کر دیگا۔ مگر جو اناڑی گھوڑے پر سے گرتا ہے۔ وہ اتفاقی طور پر نہیں گرتا۔ بلکہ وہ نادانی سے گرتا ہے۔ اور اسے ضرور گرنا تھا اور گرنے میں اس کی ہڈی پسلی ضرور ٹوٹی ہوگی۔ اس لیے آئندہ اس کو گھوڑے پر چڑھنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہی حال ان اقوام کا ہوتا ہے۔ جن کے افراد کی حالت خراب ہوتی ہے۔ وہ جب گرتی ہیں۔ تو ان کو قطعاً اُمید نہیں ہوتی کہ وہ پھر اُٹھیں گی۔ کیونکہ ان میں کوئی بات ترقی کرنے کی باقی نہیں ہوتی۔

جن اقوام کے افراد کی حالت درست ہوتی ہے۔ وہ اگر برسر حکومت نہ بھی ہوں۔ تو ان میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انہیں قوم کی خاطر جان دینا پڑے۔ تو وہ جان دینے سے نہیں ہچکچاتے۔ اور ان کے دل میں اجتماع کی ایک عزت و وقعت ہوتی ہے۔

دیکھو مسلمانوں کی سلطنتیں برائے نام موجود ہیں۔ افغانستان کی سلطنت ہے۔ مراکو کی بھی گری پڑی سلطنت ہے۔ مصر کی ہے۔ عربوں کی بھی سلطنت قائم ہوگئی ہے۔ ترکوں کے قبضہ میں بھی کچھ نہ کچھ رہے گا ہی۔ مگر جو صدمہ مسلمانوں کو ہے۔ وہ ہندوؤں کو نہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کے پاس مذکورہ بالا سلطنتیں برائے نام ہیں۔ اور ہندوؤں میں کوئی سلطنت نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہندو تیار ہیں کہ انہیں اگر قوم کی خاطر مرنا پڑے گا۔ تو وہ مرینگے۔ مگر مسلمانوں میں یہ بات نہیں۔ اس لیے یہ محض شور مچاتے ہیں۔ جیسا کہ عورتوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ جب مرد گھر میں نہ ہوں۔ اور چور آجائیں تو وہ چلانے لگتی ہیں کہ اُٹھو میاں برکت اللہ اور نکلنا بھائی رحمت اللہ۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ

اس شور سے چور ڈر جاتیں گے۔ یہ ان کی کمزوری کی علامت ہے مگر جہاں مرد گھر میں ہوں۔ اگر چور آئیں تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور دروازے کھول دیتے ہیں کہ چور زد پر آجائیں۔ تو ان کو یہیں پکڑ لیں گے۔ پس کام کرنے والے کام کیا کرتے ہیں۔ اور بزدل محض شور مچایا کرتے ہیں کہ ہم یہ کر دینگے اور ہم وہ کر دینگے۔ حالانکہ ان میں وہ چیز نہیں جو انکی رُوح تھی یعنی اسلام اور دین۔ دین کو تو چھوڑ دیا۔ اور مسلمانوں کو جمع کرنے والی قومیت نہ تھی بلکہ اسلام ہی تھا جب یہی ان کے پاس نہ رہا۔ تو ان کا تمام شور گیدڑ بھبکیاں ہوگیا۔ پس مسلمانوں کی حالت مایوسی بہت بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کو سہارا نظر نہیں آتا۔ جو دروازہ ان کے لیے کھولا گیا تھا۔ اس کو یہ بند کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ خدا نے جو رستہ کھولا ہے۔ اس میں سے ہم داخل نہیں ہوں گے۔ اور خدا کہتا ہے اگر تم اس رستہ میں سے نہیں آؤ گے۔ تو میں اور رستہ سے تمہارے لیے مدد نہ آنے دوں گا۔

وہ ذریعہ جس سے اسلام دنیا میں ترقی کر سکتا ہے اور مسلمان عزت و وقار حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک ہی ہے۔ وہ خدا نے مقرر کیا۔ اور ہم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا، حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے کھڑا کیا۔ آپ نے کہا کہ اسلام اب میرے ذریعہ دُنیا میں ترقی کریگا۔ وہ اسلام جس کے مٹ جانے کی پیشگوئیاں کر دی گئی تھیں کہ چند سالوں میں فنا ہو جائیگا۔ وہ اسلام جس کی تباہی قریب نظر آتی تھی۔ وہ اسلام جس کو مسلمان چھپا رہے تھے۔ اسی اسلام کے متعلق حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ یہ مٹایا نہیں جائے گا۔ بلکہ دُنیا میں پھیلے گا۔ مگر ہاں میرے ذریعہ پھیلے گا۔ اس کی ترقی کا ذریعہ مَیں ہوں گا۔ چنانچہ آپ نے ایک نظم میں فرمایا:۔

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دن

یہ آواز ایسی آواز تھی۔ جو جنگل سے بلند کی جاتے مگر آواز بلند کرنے والا نظر نہ آتا ہو۔ اس وقت اس کو لوگوں نے باور نہ کیا۔ مگر آج دیکھو یہ آواز دُنیا کے گوشوں میں پھیل گئی۔ اور چاروں طرف سے لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔ جس وقت حضرت صاحبؑ نے یہ شعر کہا تھا اس وقت مخالفین لکھا کرتے تھے کہ کتنے عیسائی مسلمان ہوئے۔ آج وہ دیکھیں کہ عیسائیت کے گھر میں ہماری تبلیغ ہو رہی ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کے مٹانے کے درپے تھے۔ ان میں سے ہی لوگ نکل نکل کر اسلام پر قربان ہونے کو آمادہ و تیار ہیں۔ اس وقت ہم سے مطالبہ کیا جاتا تھا تم چند ہی نو مسلم عیسائی دکھاؤ۔ ہم آج مخالفوں کو درجنوں دکھانے کو تیار ہیں۔ عیسائیوں میں سے

مسلمان ہوئے اور دمبدم ہو رہے ہیں۔ پھر ایک جگہ نہیں بلکہ ملکوں ملکوں میں۔
جس وقت حضرت صاحبؑ نے یہ شعر کہا تھا ؂

اک بڑی مدت سے دیں کو کُفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دن

یہ ایسی ہی بات تھی جیسے کوئی کہے کہ بِلّی شیر کو کھا جائے گی۔ یا چڑیا باز کو شکار کرے گی۔ یا بکری بھیڑیے پر حملہ کرے گی، مگر اسلام کا حال ان سے بھی بُرا تھا۔ کیونکہ اگر بلی شیر کو کھا نہیں سکتی۔ تو جان تو بچا سکتی ہے۔ چڑیا یا پدی باز سے اپنی جان اڑ کر بچا سکتی ہے۔ اور بکری بھیڑے سے بچ سکتی ہے۔ مگر اسلام تو کفر کے پنجے میں تھا۔ اور مسلمان ہر طرف سے گھرے ہوئے تھے۔ ان کے لیے کوئی رستہ بچ نکلنے کے لیے نہ تھا۔ ایسے حال میں نہ صرف یہ کہنا کہ اسلام بچ جائیگا بلکہ یہ کہنا کہ ؂

اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

اور ایسے حالات میں کہنا۔ جب کوئی سامان نہ تھے۔ ایک حیران کرنے والی بات تھی۔ اس وقت ہماری جماعت کوشش کرتی تھی۔ مگر ہماری جماعتیں صرف ہندوستان میں تھیں۔ مگر اب کیا سامان پیدا ہوتے ہیں۔ انگلستان میں ہماری تبلیغ ہو رہی ہے۔ سیلون میں ہماری جماعت ہے۔ عرب میں موجود۔ اور مصر میں بھی جماعت قائم ہو گئی ہے۔ اب روس میں بھی لوگ احمدی ہو گئے۔ اور امریکہ میں بھی عنقریب لوگ مسلمان ہوں گے۔ نئی خوشخبری یہ ہے کہ ہالینڈ کا ایک شخص مسلمان ہوا ہے۔ تو اس سے یہ سمجھو کہ ہالینڈ میں بھی انشاء اللہ بڑے پیمانہ پر تبلیغ ہوگی۔ اس سے بھی بڑھ کر خوشخبری یہ ہے کہ کئی سو سال سے افریقہ کے بعض خاص علاقوں میں عیسائیت لگی ہوئی تھی اور بیس پچیس لاکھ کے قریب لوگ عیسائی ہو گئے تھے۔ ان میں ہمارا لٹریچر پہنچا۔ اب ان کے تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم جو عیسائی ہوئے تو کیوں ہوئے۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ عیسائی ہو کر ہم کو دنیوی فائدہ ہوگا۔ مگر وہ تو ہوا نہیں۔ پس اس وقت اگر ہم دنیا کے لیے ہوئے تھے۔ تو اب ہمیں سچے دل سے سوچنا چاہیئے کہ اگر واقعی عیسائیت سچا دین ہے تو ہمیں اس پر مضبوط ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر نہیں۔ تو اس کو ترک کر دینا چاہیئے۔ اس خیال کے لوگوں نے ایک انجمن بنائی۔ جس کے اس وقت پانچ ہزار ممبر ہیں۔ ان کے سیکرٹری سے خط و کتابت تھی۔ مفتی صاحب کو افریقہ بھیجنے کی بھی یہی غرض تھی۔ مگر امریکہ کی ضروریات زیادہ اہم معلوم ہوتیں۔ اس لیے ان کو امریکہ کی

طرف بھیج دیا گیا ہے۔

غرض اس انجمن کے سیکرٹری کو تبلیغ ہو رہی تھی۔ اس کے متعلق کل اطلاع آئی ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا۔ اور اس شخص نے لکھا ہے کہ عنقریب دوسو اور آدمی مسلمان ہونگے۔ اسی طرح خدا کے فضل سے کچھ بعید نہیں کہ وہ جو پچیس لاکھ کے پچیس لاکھ جو عیسائی ہوگئے تھے۔ جلد تر مسلمان ہو جائیں جس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئیاں شائع ہو رہی تھیں۔ ان پر سب احمدی ایمان رکھتے تھے کہ یہ ضرور پوری ہوں گی۔ کیونکہ خدا کی باتیں ہیں۔ مگر ایسے بہت تھوڑے ہونگے۔ جن کا یہ خیال ہوگا کہ ہم ان باتوں کو اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھیں گے۔ بلکہ اکثر خیال کرتے ہوں گے کہ ہماری اولاد یا ہماری اولاد کی اولاد دیکھے گی، لیکن ہم خدا کے فضل سے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ خدا کی باتیں پوری ہو رہی ہیں۔ خُدا کے مامور نے جو کہا تھا ؎

اک بڑی مدت سے دیں کو کُفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دن

اور ہم نے دیکھ لیا کہ خدا کی باتیں اس طرح پوری ہوتی ہیں۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کس طرح ہوگا کہ ؏

اب یقیں سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دن

پس ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے جو سُنا اور جو پڑھا تھا۔ اسی کے مطابق ہو رہا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب خدا کے مسیح موعود اور مامور ہیں۔ کیونکہ آپ نے اس وقت جس وقت اسلام کو کفر کھا رہا تھا۔ صاف کہا تھا کہ وہ وقت آگیا ہے کہ اسلام کفر کو کھا جائے۔ اب حالت بدل گئی ہے اور عالم عیسائیت احمدیت سے کانپ رہا ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ چاہے۔ تو دُنیا کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔

یہ خدا کا احسان ہے۔ مَیں اپنے احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کریں۔ تمہارے پاس دُور دُور سے لوگ آئیں گے تم اپنے گھروں کو ان کے لیے صاف کرو۔ کیونکہ جب وہ آئیں گے تو تمہارا نمونہ دیکھیں گے۔ تمہیں اپنے دلوں کو وسیع کرنا چاہیئے۔ اگر وہ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے ہو۔ جھگڑتے ہو۔ اور تمہاری آپس کی نفرت دیکھ کر وہ یہی کہیں گے کہ دُور کے ڈھول سہانے۔ پس اپنی اصلاح کرو۔ اپنے اندر محبت پیدا کرو۔ محبت بڑی چیز ہے وہ تمام روکوں کو اُٹھا دیتی ہے اور دُشمن کے دل کو کھینچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں محبت پیدا کرے تمہارے دلوں سے حقد کو، نفرت کو دُور کرے۔ دیکھو قرآن شریف میں ایمان کی علامت یہ آتی ہے کہ تم ایک ہو جاؤ۔ اگر تم ایک نہیں۔ تو تم مومن نہیں یہ دُنیا کے اموال اور ثروتیں کسی کام کی نہیں۔ جب تک آپس میں محبت و خلوص نہیں۔ پس خدا کے لیے محبت بڑھاؤ۔ احادیث میں آتا ہے کہ جو خدا کے لیے کسی سے محبت کرتا ہے۔ وہ قیامت کے دن خدا کے سایہ کے نیچے ہوگا۔ لیکن جو شخص ہزاروں لاکھوں سے خدا کے لیے محبت کرے۔ وہ کس قدر خدا کے فضلوں کا وارث ہوگا۔ یہ بڑی نعمت ہے یہ ہو تو ہر ایک تکلیف راحت ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی خدا کے انعام کی قدر نہیں کرتا۔ وہ گندگی کی طرح پھینک دیا جاتا ہے۔ پس تم خدا کے انعام کی قدر کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنے فضل کرے اور اپنے بندوں کی محبت ہمارے دلوں میں ڈالے۔" آمین ؎

(الفضل ۱۸ر مارچ ۱۹۲۰ء)